تبصراتی مقالہ

جامعات میں تحقیق: کچھ تسامحات، کچھ استدراکات

عطا خورشید*

موجودہ عہد کے اردو محققین میں ایک اہم نام پروفیسر رفیع الدین ہاشمی کا ہے۔ یوں تو اقبالیات میں انھیں اختصاص حاصل ہے لیکن اس موضوع کے علاوہ بھی انھوں نے دیگر علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیے ہیں۔ ایسے ہی دیگر کاموں کے ضمن میں ان کی ایک علمی کاوش جامعات میں اردو تحقیق ہے جو اردو زبان و ادب سے متعلق دنیا کی ۸۱ جامعات کے سندی تحقیقی مقالات کی فہرست" ۲۰۰۸ء میں منظر عام پر آئی ہے۔ ۲۴۹ صفحات پر مشتمل اس تالیف میں ۴۷۴۴ ایم فل، ڈی فل، ڈی لٹ، ایم لٹ، پی ایچ ڈی اور زیر تحقیق مقالات کی فہرست پیش کی گئی ہے۔

اس تالیف پر تعارفی کلمات اردو کے قدآور محقق ڈاکٹر جمیل جالبی نے بعنوان "تقریش" تحریر کیے ہیں۔ فٹ نوٹ میں "تقریش" کی وضاحت کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: "یہ لفظ میں نے وضع کیا تھا۔ برسوں سے اسے استعمال کر رہا ہوں۔ تقریش کے معنی ہیں وہ پیش لفظ یا مقدمہ، تمہید یا تحریر جس میں تقریظ کا پہلو نمایاں ہو۔" معلوم نہیں اس لفظ کو ایجاد کرنے کی کیا ضرورت آ پڑی کیوں کہ اس مفہوم کو پورا کرنے کے لیے وہ سارے الفاظ قبل سے اردو میں موجود ہیں جو خود جالبی صاحب نے اوپر لکھے ہیں[۱]۔

اس تالیف میں تقریباً ۱۵ صفحات پر مشتمل مرتب کا تحریر کردہ "مقدمہ" ہے جس میں وجہِ تالیف کے ساتھ ساتھ موجودہ دور میں تحقیق، بالخصوص جامعات میں کی جانے والی سندی تحقیق کا بھرپور جائزہ لیا ہے۔ اس اہم موضوع کے لیے یوں تو ۱۵ صفحات کم ہیں لیکن مرتب نے اپنی تحریر کے ذریعہ اسے خاصا جامع بنا دیا ہے۔ یہ "مقدمہ" اردو کے ہر اُس استاد کو پڑھنا چاہیے جو اپنی زیر نگرانی تحقیق کراتا ہے۔ مرتب چوں کہ خود ایک محقق ہیں، اس لیے آج کے دور میں فنِ تحقیق

۱۔ (جالبی صاحب نے اسی طرح ایک اصطلاح: "تحقید" بھی استعمال کی ہے جسے وہ "تحقیق" اور "تنقید" کی ایک مشترکہ صنف قرار دیتے ہیں کہ ایسا مقالہ یا مضمون جس میں تحقیقی اور تنقیدی مزاج موجود ہو۔ ملاحظہ فرمائے اس کا استعمال: نذر عبدالحمید، مرتبہ: مالک رام، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۳ء)

* ڈپٹی لائبریرین، مولانا ابوالکلام آزاد لائبریری، علی گڑھ، مسلم یونی ورسٹی، بھارت

کی جس قدر پامالی ہورہی ہے اُس کا مشاہدہ وہ خود کرتے ہیں۔اس سے جو تکلیف اُنھیں پہنچتی ہے اس کا اظہار انھوں نے ''مقدمہ'' میں دل کھول کر کیا ہے۔اُن کے دکھ کا احساس اس وقت ہوتا ہے جب وہ کہتے ہیں ''ہمارے ہاں معیار اس قدر پست ہوگیا ہے کہ حماقتوں پر بھی ڈگری مل جاتی ہے۔'' (صفحہ نمبر XXVII)۔اسی طرح زندہ شخصیات پر کام کرانے کے سلسلے میں وہ اپنا تلخ موقف اس طرح ظاہر کرتے ہیں ''بہت سے اساتذۂ جامعات (بیش تر وہ جن کا علاقہ تحقیق سے زیادہ تنقید سے ہے) اور خصوصاً وہ فاضلین کرام جو نئی نئی جامعات میں اردو کی صدر نشینی پر متمکن ہوئے ہیں، انتظار کے قائل نہیں ہیں شاید اس لیے کہ عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب۔'' وہ مقدمے کے آخر میں سندی مقالات کا احتساب کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''جب تک ایک بے لاگ چھلنی نہ لگائی جائے گی اور 'رعایتی نمبر' دینے کا سلسلہ بند نہ کیا جائے گا، معیار مزید گرتا جائے گا اور اردو والوں کی جگ ہنسائی کا باعث ہوگا۔''

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اردو کے سندی مقالات کا معیار کیوں گرتا جارہا ہے؟ کیا اس کے ذمے دار صرف مقالہ نگار ہیں یا نگران بھی ہیں؟ میرے خیال میں زیادہ ذمہ داری نگران کی ہے۔کیا یہ ضروری ہے کہ ہر استاد پی ایچ ڈی کا نگران ہو جائے؟ جامعات میں کوئی ایسی کمیٹی تشکیل دی جانی چاہیے جس میں اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ کون استاد نگران بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور کون نہیں۔آج کل جامعات میں ایسے اساتذہ نگران بن جاتے ہیں جنھوں نے زندگی میں کتاب تو درکنار ایک مضمون بھی تحریر نہیں کیا ہے۔کیا ایسے اساتذہ نگران بننے کا حق رکھتے ہیں؟

مرتب نے اپنے فاضلانہ مقدمے میں یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ سندی مقالات کے عنوانات کیسے ہونے چاہئیں؟ کیوں کہ مقالے کا آغاز وہیں سے ہوتا ہے۔اگر بنیاد ہی کج ہوگی تو عمارت بھی کج نمایاں ہوگی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رَوَد دیوار کج

اردو میں **Thesis** کا ترجمہ ''تحقیقی مقالہ'' کیا جاتا ہے۔یعنی ایسا مقالہ جس کی بنیاد تحقیق پر ہو یا اس میں تحقیقی بحثیں ہوں۔لیکن آج کل بیشتر مقالات ایسے عنوانات پر لکھے جاتے ہیں جن میں تحقیق کا ذرا بھی عنصر نہیں ہوتا ہے۔پورا مقالہ تنقید اور تنقیدی نظریات پر مشتمل ہوتا ہے مثلاً ''احمد فراز کی غزلوں کی جذباتی ساخت''، ''پریم چند کے افسانوں میں عورت''، ''کرشن چندر کے ناولوں میں نسوانی کردار'' وغیرہ وغیرہ۔

ہاشمی صاحب نے گیان چند جین کے حوالے سے نگران کی کچھ خصوصیات بتائی ہیں۔مثلاً ''اُس کا مزاج تحقیقی ہو۔اُس نے خود تحقیق کی ہو اور اب بھی تحقیق کر رہا ہو۔وہ جس موضوع پر کام کرائے، اُس کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہو۔اس کے پاس اسکالر کی راہ نمائی کے لیے کافی وقت ہونا چاہیے۔'' آج کے دور میں کتنے فی صد نگراں ایسے ہیں جن میں یہ ساری خصوصیات پائی جاتی ہیں؟ شاید آٹے میں نمک کے برابر۔یہی سبب ہے کہ روز بروز اردو تحقیقی مقالات کا معیار گرتا جارہا

ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کا اس سلسلے میں تجزیہ بالکل حق بجانب ہے کہ ''موجودہ تحقیقی معیار کی خرابی کے ذمے دار وہ استاد ہیں جو جامعات میں ان مقالات کے نگران ہیں اور خود فن تحقیق وتدوین کے اصول ومسائل سے نابلد ہیں۔''

ہاشمی صاحب کی اِس تجویز سے بھی میں صد فی صد اتفاق کرتا ہوں کہ ان تحقیقی مقالات کے معیار کو برقرار رکھنے کے لیے گاہے گاہے ان پر قاضی عبدالودودی طرز کا تبصرہ بھی منظر عام پر آنا چاہیے، اور ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے سند یافتہ مقالات کے جائزوں پر تنقیدی تبصروں اور مباحثوں کا جو اہتمام کیا تھا (جس کی روداد مجلّہ معیار و تحقیق، پٹنہ نمبر ۲ میں شائع ہو چکی ہے) اسے جاری رکھنا چاہیے۔اس کام کے لیے خود ماضی کی روایت کے مطابق خدا بخش لائبریری ہی پیش رفت کرسکتی ہے۔انجمن ترقی اردو (ہند و پاکستان) یا مقتدرہ قومی زبان (اسلام آباد) کے پلیٹ فارم سے بھی یہ کام ہوسکتا ہے۔

ہاشمی صاحب نے تحقیق اور اردو ادب میں تحقیقی کارکردگی پر مقدمے میں مختصر لیکن بہت ہی جامع گفتگو کی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ مقدمہ اپنی نگرانی میں ریسرچ کرانے والے سبھی استاد پڑھیں اور اس کی روشنی میں اپنا محاسبہ کریں کہ آیا وہ تحقیقی مقالات لکھوا کر اردو ادب کی واقعی کوئی خدمت کر رہے ہیں یا رشید حسن خاں کے بقول پی ایچ ڈی کے کارخانوں میں اضافہ کر رہے ہیں۔

مقدمے کے بعد ''فہرست مآخذ اور مخففات'' ہے جس کے تحت ۵۶ مآخذ اور ان کے لیے استعمال کیے گئے مخففات الف بائی ترتیب سے دیے گئے ہیں۔اس فہرست میں دو جگہیں نظر رکتی ہے۔سندی مقالات کی فہرست میں جا بجا ''ف خاور'' کا حوالہ آیا ہے۔''ف خاور'' کیا ہے اس کے لیے جب مخففات کی فہرست پر نظر ڈالتے ہیں تو اس کی تفصیل ''ف'' میں نہ رکھ کر ''خ'' یعنی ''خاور'' کے ذیل میں کی گئی ہے۔اسی طرح جا بجا ''ف قرطبہ'' کا حوالہ آیا ہے لیکن مخففات کی فہرست میں ''ف قرطبہ'' کہیں نہیں بلکہ ''ف ق'' لکھا ہے۔

مذکورہ بالا فہرست کے بعد اس کتاب میں استعمال کیے گئے ''علامات'' کی ایک فہرست دی گئی ہے۔اس کے بعد اُن ۸۱ جامعات کی ایک فہرست ہے جن کے سندی مقالات کی بنیاد پر یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے۔۸۱ جامعات میں سے ۵۳ ہندوستان، ۱۵ پاکستان، ایک بنگلہ دیش اور بقیہ ۱۲ دیگر ممالک کی جامعات کا ذکر ہے۔ان فہرستوں کے بعد اصل زیر بحث موضوع یعنی سندی مقالات کی فہرست کا نمبر آتا ہے جسے ۵ اہم موضوعات کے ذیل میں تقسیم کیا گیا ہے۔پھر ان موضوعات کی ذیلی تقسیم بھی کی گئی ہے۔پہلا باب تاریخ زبان و ادب پر ہے، دوسرا باب شاعری تیسرا باب نثر چوتھا باب شخصیاتِ ادب اور پانچواں باب متفرقات ہے۔

ہر باب کو مصنف وار یعنی مقالہ نگاروں کے نام کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔مثلاً پہلے مصنف کا نام، مقالے کا عنوان، یونیورسٹی کا نام، سنہ (جب ڈگری تفویض ہوئی)، نگراں کا نام اور آخر میں حوالہ جہاں سے اطلاع حاصل ہوئی۔صرف

’’شخصیاتِ ادب‘‘ کی ترتیب مقالہ نگاروں کے ناموں سے نہ کر کے تذکرۃٌ اِلیہِم کے ناموں سے کی گئی ہے اور ان ناموں کو الف بائی ترتیب میں رکھا گیا ہے۔سب سے طویل باب یہی ہے جو ۶۷ صفحات پر محیط ہے۔ان ابواب کے بعد ’’نگران اساتذہ‘‘، ’’کتب و رسائل‘‘، ’’شخصیات‘‘، ’’اماکن‘‘ و ’’متفرق عنوانات و موضوعات‘‘ کے عنوانات کے تحت اندرجات دیے گئے ہیں۔یہاں ہمیں مقالہ نگاروں کے عنوان کے تحت اشاریے کی کمی کا خاص طور پر احساس ہوتا ہے۔اشاریے کے بعد ’’ضمیمہ‘‘ کے عنوان سے مزید ایسے ۱۰۰ اندراجات دیے گئے ہیں جو کتاب کی ترتیب کے بعد حاصل ہوئے۔

پیش نظر فہرست میں کُل ۴۴۷۴ اندراجات (ضمیمہ میں شامل ۱۰۰ اندراجات کی شمولیت کے بعد) درج ہیں۔کوشش کی جاتی تو ان اندراجات کی تعداد میں مزید اضافہ ہوسکتا تھا۔پھر بھی یہ کوشش لائق تحسین ہے۔بعض اندراجات تکرار کا مظہر ہیں۔اگرچہ آخری صفحہ پر ’’تصریحات‘‘ کے عنوان سے ایسے دس اندراجات کی نشاندہی کر دی گئی ہے اور انھیں قلم زد کرنے کی قارئین کو ہدایت بھی کی گئی ہے لیکن ان دس اندراجات کے علاوہ بھی خاصے ایسے اندراجات ہیں جو مقالہ نگاروں کے ناموں کی ذرا سی ترتیب اُلٹ جانے کے سبب یا عنوان کے ابتدائی لفظ میں ذرا سی تبدیلی کی وجہ سے یا دو مآخِذ سے حوالہ لینے کے سبب اِن میں تکرار کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔مثلاً نمبر ۲ و ۱۲۹ (ابوالفیض عثمانی و عثمانی، اے۔ایف:راجستھان میں اردو زبان و ادب کے لیے غیر مسلم حضرات کی خدمات)؛نمبر ۲۲ و ۱۸۲ (ایس ایم معز الدین و محمد معز الدین، سید: عظیم آباد میں اردو)؛نمبر ۴۴۸ و ۶۷۲ (طاہر مسعود خاں و اطہر مسعود خاں: نیا دور لکھنؤ کا اشاریہ ۱۹۰۰ء تا ۲۰۰۱ء و نیا دور لکھنؤ ۱۹۵۵ء تا ۲۰۰۱ء؛ صحیح نام اطہر مسعود خاں و صحیح عنوان ......۱۹۵۵ء تا ۲۰۰۱ء)؛ ۵۰۲ و ۶۰۷ (ناصرہ بتول:نور اللغات(حصہ اول و دوم)کی تدوین مع مقدمہ و نور اللغات(حصہ سوم و چہارم)کی تدوین مع مقدمہ؛دونوں موضوع ایم فل کے لیے اور دونوں زیر تحقیق)؛ ۵۷۵ و ۳۴۱۲ (قریش حسین:کلیات حضرت رکن الدین عشقی (عشق؟) و قریشیہ حسین:شاہ رکن الدین عشق عظیم آبادی:حیات اور شاعری؛ صحیح نام قریشہ حسین)؛۱۶۶۶ و ۱۶۶۸ (گلزار یاسمین و گلناز یاسمین: اردو میں خواتین کی شعری خدمات)؛۱۷۴۸ و ۱۹۶۶ (شہاب الدین، قاضی: اردو میں میلاد نامے)؛۲۰۱۵ و ۲۰۲۸ (ظفر اقبال و مظفر اقبال:بہار میں اردو نثر کا ارتقا:۱۸۵۷ سے ۱۹۱۴ تک؛ صحیح نام مظفر اقبال)؛۲۲۴۸ و ۲۲۷۷ (سعود جامعی و مسعود جامعی:اسٹیج کا فن؛ صحیح نام مسعود جامی)؛۲۴۵۶ و ۲۴۷۱ (برکت علی و محمد برکت علی:سفرنامہ اور اردو سفرنامے:۱۹۰۱ء تا ۱۹۷۵ء)؛ ۲۶۵۸ و ۳۴۱۳ (صدر الدین فضا و محمد صدر الدین فضا:آیت اللہ جوہری:حیات اور شاعری)؛۲۸۱۶ و ۳۴۱۰ (طلحہ رضوی برق و محمد طلحہ رضوی برق:اکبر داناپوری:حیات اور شاعری)؛۳۳۵۲ و ۳۹۶۲ (زرغونہ کنول:اردو شعر و ادب کے فروغ میں مجلّہ سویرا اور محمد سلیم الرحمن کی خدمات؛ایک جگہ محمد سلیم الرحمن کے ذیل میں اور دوسری

جگہ سلیم الرحمن کے تحت)؛ ۳۴۱۸، ۳۵۶۶ و ۳۵۶۹ (قاسم احسن محمد، قاسم احسن وارثی و محمد قاسم احسن وارثی: شاہ ظہور الحق ظہور پھلواروی: حیات اور شاعری)؛ ۳۶۸۶ و ۴۱۶۱ (محمد انصار اللہ نظر: میر علی اوسط رشک: حیات اور ادبی خدمات؛ ایک جگہ علی کے تحت جب کہ دوسری جگہ میر کے ذیل میں)۔

یوں تو اس کتاب میں ''اردو زبان و ادب سے متعلق۔۔۔سندی تحقیقی مقالات کی فہرست'' پیش کرنے کی بات کہی گئی ہے لیکن اردو کے ساتھ ساتھ اردو زبان میں لکھے گئے فارسی کے مقالات بھی اس میں درج ہو گئے ہیں۔ مثلاً نمبر ۲۲۳ (چودھویں صدی عیسوی میں صوفیاے بہار کے ملفوظات)؛ ۴۷۰ (ترابی اور تدوین و ترتیب دیوان)؛ ۸۷۲ (پس چه باید کرد اے اقوام شرق مع مسافر: فکری و فنی جائزہ)؛ ۱۰۲۷ (زبور عجم میں تشبیہات کا جائزہ)؛ ۱۴۴۰ (مرزا ابو طالب کی خلاصۃ الافکار کا تنقیدی مطالعہ)؛ ۲۹۰۲ (حضرت احمد لنگر دریا بلخی کی حیات، شاعری اور ملفوظات کا تنقیدی جائزہ)؛ ۲۹۰۳ (احوال و آثار حضرت نوشہ حسین توحید بلخی: تدوین دیوان فارسی مع نقد و تبصرہ)؛ ۲۹۱۷ (مرزا عبد القادر بیدل)؛ ۴۲۲۸ (شاہ نور الحق تپن (تپاں؟)؛ ۳۴۶۰ (شرف جہاں: حیات اور تصانیف)؛ ۳۴۷۹ (احوال و آثار شمس الدین حسین عاجز مع ترتیب و تحشیہ کلیات)؛ ۳۶۰۱ (احوال و آثار و افکار عبد الحمید پریشاں)؛ ۳۷۵۶ (حکیم رکن الدین فصیح کاشی: حیات اور کار نامے)؛ ۴۱۱۵ (موہن لال انیس اور ان کا تذکرہ)؛ ۴۳۰۴ (حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری کی نثری تخلیقات کا انتقادی و لسانی مطالعہ) وغیرہ۔

موضوعات کے انتخاب میں تنوع تو رکھا گیا ہے لیکن اس کی ترتیب میں بے ضابطگی نظر آتی ہے۔ مثلاً رسائل کے اشاریوں کا اندراج ''حوالہ جاتی مقالے'' کے تحت بھی ہے اور ''رسائل'' کے خانے میں بھی علیحدہ علیحدہ درج ہے۔ یا تو اِن سارے اشاریوں کو صرف ''حوالہ جاتی مقالے'' کے ذیل میں رکھا جاتا یا دونوں جگہ یعنی ''رسائل'' کے خانے میں بھی رکھا جاتا تا کہ دو طرفہ حوالے (Cross reference) کی صورت میں استفادہ کرنا آسان ہو جاتا۔ اسی طرح ''شاعری۔ مجموعی مطالعہ'' کے تحت ایسے عنوانات بھی ہیں جن کی مناسب جگہ ''تاریخ زبان و ادب'' یا ''تذکرے'' تھی۔ مثلاً نمبر ۱۵۲۷ (راجستھان میں اردو شاعری کا ارتقا: ۱۹۰۰ء تک)؛ ۱۵۲۹ (اردو شعر و ادب کے ارتقا میں لکھنو کے ہندو شعرا کا حصہ)؛ ۱۵۳۲ (شاعراتِ بنگال: حیات اور کارنامے)؛ ۱۴۵۱ (گلبرگہ میں اردو شاعری ۱۹۵۷ء تا حال)؛ ۱۵۴۳ (پنجاب میں اردو شاعری کا ارتقا)؛ ۱۵۵۲ (نواب غلام غوث خاں اعظم کے عہد میں اردو زبان و ادب کا ارتقا)؛ ۱۵۵۷ (اردو شعرا کے تذکروں کا انسائیکلو پیڈیا)؛ ۱۵۵۹ (ولی سے قبل دکن میں اردو شاعری کا ارتقا)؛ ۱۵۶۱ (گلبرگہ میں اردو شاعری کا ارتقا: عہد بہمنی تا حال)؛ ۱۵۸۳ (اردو شاعری کے فروغ میں علی گڑھ

کا حصہ ۱۹۴۷ء تک)؛ ۱۵۹۳ (حیدر آبادی شاعرات ۱۹۴۷ء کے بعد)؛ ۱۵۹۵ (سندیلہ کے مشاہیر شعرا)؛ ۱۵۹۶ (ایلچپور کے بعض قدیم شعرا کی حیات اور کارنامے)؛ ۱۶۰۳ (جنگ آزادی کے اردو شعرا)؛ ۱۶۰۴ (سندھ میں اردو شاعری کا ارتقا)؛ ۱۶۰۹ (لکھنو کی اردو شاعری ۱۹۰۰ء تا ۱۹۴۷ء)؛ ۱۶۱۴ (راجن پور، بہاول پور اور ڈیرہ غازی خاں کے قدیم اردو شعرا: آغاز سے ۱۹۹۰ء تک)؛ ۱۶۱۵ (اردو شاعری کی ترقی میں شعرائے آرہ کا حصہ)؛ ۱۶۱۹ (پاکستان کی نمائندہ اردو شاعرات: ۱۹۷۳ء تا حال)؛ ۱۶۲۱ (راجستھان کے اردو شعرا)؛ ۱۶۲۹ (گجرات کے اردو شعرا)؛ ۱۶۴۴ (لاہور کا دبستان شاعری)؛ ۱۶۵۴ (پنجاب میں اردو شاعری کا ارتقا: ۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء)؛ ۱۶۵۸ (مراٹھواڑا کی نظم گو خواتین شاعرات: آزادی کے بعد)؛ ۱۶۶۲ (بہار میں اردو شاعری کا ارتقا: ۱۸۵۸ء۔۱۹۱۴ء)؛ ۱۶۷۵ (اردو کے قدیم پشتون شعرا)؛ ۱۶۹۹ (جنگ آزادی کے اردو شعرا: ۱۸۵۷ء تا ۱۹۴۷ء)؛ ۱۷۰۵ (دربھنگا میں اردو شاعری کا ارتقا)؛ ۱۷۵۸ (بیسویں صدی میں اردو کے غیر مسلم نعت گو شعرا)؛ ۱۷۴۳ (ناسخ اور ان کے تلامذہ)؛ ۱۷۴۷ (بہار کے تلامذۂ ناسخ) وغیرہ۔

محولہ بالا ساری کمیاں اور خامیاں دور ہو سکتی تھیں اگر آخر میں دیے گئے اشاریے پر محنت کی جاتی۔ مقالہ نگاروں کا اگر اشاریہ بھی اس میں شامل ہوتا تو ناموں کی تکرار سے بچا جا سکتا تھا۔ عنوان کا بھی اگر ایک الف بائی اشاریہ اس میں ہوتا تو عنوانات کی تکرار سے بھی بچا جا سکتا تھا۔ موضوعات کے اشاریے میں اگر یہ شق نہ رکھی جاتی کہ متن میں موجود موضوع کو چھوڑ کر دیگر ابواب میں شامل موضوعات کو پیش کیا گیا ہے تو اشاریے میں شتر گربگی بھی نہیں آتی۔ مثلاً انعام اللہ خاں یقین پر کیے گئے کام کو تلاش کیا جائے تو ''شخصیاتِ ادب'' کے ذیل میں ایک اندراج انعام اللہ کے تحت 'الف' کے ذیل میں (نمبر ۲۸۵۳) اور دوسرا اندراج یقین کے تحت 'ی' کے ذیل میں (نمبر ۴۳۰۹)۔ حالاں کہ دونوں کو ایک ہی جگہ ہونا چاہیے۔ تیسرا اندراج نمبر ۵۷۱ پر دیوان یقین کے ذیل میں ہے، جس کا ذکر ''اشاریہ: شخصیات'' میں موجود ہے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ کتاب میں کسی بھی باب میں اس کا ذکر ہوتا، اشاریہ میں 'یقین' کے ذیل میں اس کا ذکر ایک جگہ کر دیا جاتا تو استفادہ کرنے والوں کے لیے آسانی ہو جاتی۔ اسی طرح ایک دوسری مثال ''حسنین عظیم آبادی'' کی ہے کہ ایک اندراج ''حسنین عظیم آبادی'' کے ذیل میں ہے (نمبر ۳۱۰۸) جب کہ دوسرا اندراج ''محمد حسنین'' کے ذیل میں ہے (نمبر ۳۹۵۴) حالاں کہ دونوں کو ایک جگہ رکھنا چاہیے۔

نگران اساتذہ کے اشاریے میں بعض ناموں کے دو دو جگہ اندراج ہوئے ہیں۔ مثلاً ابوالخیر کشفی، مسعود حسین خاں۔ بعض جگہ ایک شخص کو دو علیحدہ علیحدہ شخصیت بنا کر انھیں اشاریے میں شامل کیا گیا ہے اور ناموں کے ذرا سے تغیر سے ان کا اندراج دو جگہوں پر کر دیا گیا ہے جب کہ وہ ایک ہی شخصیت ہیں۔ مثلاً رشید احمد گوریچہ اور رشید گوریچہ؛ رفیق حسین اور رفیق حسین سید؛ ریاض احمد اور ریاض احمد ریاض؛ سعید احمد اور سعید احمد رفیق؛ سلطانہ بخش اور سلطانہ بخش محمدی؛ شاہ عطاء

الرحمن اور عطاء الرحمن کاکوی؛ صدرالدین، صدرالدین شمسی اور صدرالدین فضا؛ صغیر بیگ اور محمد صغیر بیگ؛ علیم اللہ اور علیم اللہ حالی؛ کوکب قدر اور مرزا کوکب قدر؛ محمد اسماعیل اور محمد اسماعیل آزاد؛ محمد یوسف بخاری اور یوسف بخاری؛ محمد یوسف کوکن اور یوسف کوکن؛ مسعود حسن رضوی اور مسعود حسن رضوی ادیب۔

محولہ بالا کمیوں اور خامیوں کے باوجود اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ فہرست ایک بہترین علمی کاوش ہے۔ اس کے ذریعے اردو کے تحقیقی میدان میں کس طرح کی حماقتیں ہوتی رہتی ہیں وہ پہلی بار منظر عام پر آئی ہیں۔ لاعلمی کی بنا پر ایک ہی موضوع پر عنوان میں الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ بھی تحقیق کرائی گئی ہے۔ چند مثالیں (ہندوستان کی یونیورسٹیوں کی حد تک) ملاحظہ ہوں: نمبر ۴۹، ۶۵، ۱۴۸، ۱۷۶، ۲۱۰ (اردو میں بچوں کا ادب یا ادب اطفال۔ جامعہ ملیہ، رانچی ۸۶ء، گلبرگہ ۹۴ء، ناگ پور، میرٹھ ۸۴ء)؛ نمبر ۶۷، ۹۳، ۱۲۲، ۱۹۱ (تامل ناڈو میں اردو۔ سبھی مدراس یونیورسٹی)؛ نمبر ۱۳۴، ۱۹۲ (مستشرقین اور اردو۔ جواہر، کشمیر)؛ نمبر ۳۲، ۱۴۰ (راجستھان میں اردو۔ اودے پور، راجستھان)؛ ۱۱۹، ۲۰۲ (بمبئی میں اردو۔ بمبئی ۶۱ء)۔

اس فہرست سے یہ بھی دلچسپ اطلاع ملتی ہے کہ ایک ہی طالب علم نے ایک ہی نگران کی نگرانی میں عنوان میں بغیر کسی ردوبدل کے ایک ہی موضوع پر پہلے ایم فل پھر پی ایچ ڈی کی ڈگری لی ہے۔ مثالیں ملاحظہ فرمائیں: نمبر ۱۱۱۷ و ۱۱۱۸ (اقبال اور ہیومینزم۔ نگران: آل احمد سرور)؛ نمبر ۱۱۸۰ و ۱۱۸۱ (اقبال اور کشمیر۔ نگران: آل احمد سرور)؛ نمبر ۱۲۴۲ و ۱۲۴۳ (اقبال اور سوشلزم۔ نگراں: کبیر احمد جائسی): ۲۳۷۵ و ۲۳۷۶ (اردو ناول میں المیہ عناصر۔ نگران: شکیل الرحمن)۔

اس فہرست کی تیاری میں بلاشبہ خاصی محنت کی گئی ہے۔ مواد اکٹھا کرنے میں بھی کافی وقت صرف ہوا ہوگا۔ لیکن یہ حقیقت بھی مرتب موصوف کو تسلیم کر لینی چاہیے کہ یہ فہرست ابھی نا تمام ہے، مکمل نہیں ہے۔ یہ ابھی مزید محنت، توجہ اور تلاش کا تقاضا کرتی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ مرتب موصوف تلاش و جستجو جاری رکھیں اور اپنے تعلقات کی بنیاد پر ہر یونیورسٹی کے شعبۂ اردو سے براہ راست رابطہ قائم کر کے اُن سے وہاں کی تحقیقی سرگرمیوں کے بارے میں معلومات حاصل کریں۔ اس طرح کی سرگرمیوں کی روداد شعبے کے مجلّات اور دیگر علمی رسالوں میں بھی شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مثلاً اردو بک ریویو، (دہلی)، اخبار اردو (اسلام آباد)، نقطۂ نظر (اسلام آباد)؛ ہفتہ وار ہماری زبان (دہلی) وغیرہ۔ اگرچہ مرتب موصوف نے محولہ بالا رسالوں میں شائع ہونے والی فہرستوں سے مدد لی ہے، جس کا جابجا حوالوں میں ذکر بھی آیا ہے لیکن غالباً ان رسالوں کی مکمل فائل اُنھیں نہیں مل سکی ہے جس کے سبب بہت سی فہرستوں تک اُن کی رسائی نہیں ہو پائی۔ مثلاً بہار کی دانش گاہوں میں اردو تحقیق: آغاز سے ۱۹۹۱ء تک، مرتبہ ڈاکٹر سید شاہد اقبال، مطبوعہ در اخبار اردو (اسلام آباد)، دسمبر ۱۹۹۱ء، جنوری و فروری ۱۹۹۲ء (۳ قسطیں)؛ مگدھ یونیورسٹی میں اردو

تحقیق:۱۹۹۷ء تا حال، مرتبہ ڈاکٹر شاہد اقبال، مطبوعہ در ''مشام ۲۰۰۴ء'' (شعبۂ اردو، مگدھ یونیورسٹی، بودھ گیا کا مجلہ)؛ ''فہرست پی ایچ ڈی: بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، بہار'' مرتبہ ڈاکٹر سید آل ظفر حُسینوی، مطبوعہ در اردو بُک ریویو (دہلی)، جولائی اگست ۱۹۹۹ء؛ ایم اے اردو کے تحقیقی مقالات: جامعہ عثمانیہ (حیدرآباد) ۱۹۳۴ء تا ۱۹۷۶ء، مرتبہ م۔ق۔ سلیم، مطبوعہ در اردو بک ریویو، نومبر دسمبر ۲۰۰۴ء؛ شعبۂ اردو گورنمنٹ کالج لاہور ایم اے کے مقالات، مرتبہ: ڈاکٹر معراج نیر، مطبوعہ در تحقیق نامہ (شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج، لاہور) ۹۵۔۱۹۹۴ء وغیرہ۔

اردو کے طلبہ و اساتذہ ممنون ہوں گے اگر مرتب موصوف اس فہرست پر نظر ثانی کریں اور اس کا دوسرا ایڈیشن نہایت ہی اہتمام کے ساتھ شائع کریں، تاکہ اسے ایک دستاویزی حیثیت حاصل ہو جائے۔ اس سلسلے میں میری سفارش پاکستان میں ''ہائر ایجوکیشن کمیشن'' (اسلام آباد) اور ہندوستان میں ''نیشنل کاؤنسل آف پروموشن آف اردو لینگوتج، نئی دہلی'' (NCPUL) کے ارباب حل و عقد سے ہوگی کہ اس فہرست کے دوسرے ایڈیشن کو خرید کر اپنے ملک کی یونیورسٹیوں اور کتب خانوں میں مفت تقسیم کریں، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک یہ کتاب پہنچ جائے۔ شاید اس کے ذریعے اردو تحقیق میں کچھ بہتری آ جائے۔

Abstract

This review article aims at analyzing the pioneering work Jamiaat mein Urdu tehqeeq raising various issues regarding evaluation criteria, unplanned topics, already occupied advisors and above all the entire output of the literary research carried out in 81 universities all the over world. The article also highlights the reasons behind the unsound Urdu literary research. The article covers that almost all the thesis of Urdu gone unnoticed from the real evaluation like the renowned researcher of Urdu literature Qazi Abdul Wadood, who was widely known for his blunt views, used to do. The article writer seconds the point of view of Prof Rafiuddin Hashmi that the thesis of Urdu literature must be passed through the process of Wadoodi style of evaluation.

Keywords: Urdu literary research, Wadoodi style of evaluation, PhD dissertations of Urdu literature, Urdu literary research carried out in 81 universities all over the world